وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

حق و باطل کا معرکہ آراء

مقدمہ مرزائیہ بہاولپور

قادیانیوں کے کفر و ارتداد پر مہر تصدیق ثبت کرنے والے سب سے پہلے تاریخ ساز فیصلے کی عزیمت و استقامت سے بھرپور ایمان افروز روداد جس کا مطالعہ آپ کے ایمان و ایقان کو نئی جلا بخشے گا

ترتیب و تحقیق

محمد متین خالد

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

حق و باطل کا معرکہ آراء

مقدمہ مرزائیہ بہاولپور

قادیانیوں کے کفر و ارتداد پر مہر تصدیق ثبت کرنے والے سب سے پہلے تاریخ ساز فیصلے کی عزیمت و استقامت سے بھرپور ایمان افروز روداد جس کا مطالعہ آپ کے ایمان و ایقان کو نئی جلا بخشے گا

ترتیب وتحقیق

محمد متین خالد

دفاعِ ختم نبوت کونسل خط وکتابت کورس، پی او باکس نمبر 81 جی۔پی۔او، دی مال لاہور پاکستان

زیر سرپرستی

جسٹس (ر) میاں نذیر اختر (دومواقع پر بطور قائم مقام چیف جسٹس فرائض سرانجام دیئے)

(سابق ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان)

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی (پاکستان ایڈمنسٹریٹو سروس، پی ایچ ڈی (فقہ) سابق کمشنر سیکرٹری (ریٹائرڈ)

Cell: 0333-4432090, 0331-4421965, 0322-4356986, 0321-3178878

www.difaekhatmenabowat.com

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی تشریعی، غیر تشریعی، ظلی، بروزی یا نیا نبی نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ قرآن مجید کی ایک سو سے زائد آیات مبارکہ اور حضور نبی کریم ﷺ کی تقریباً دو سو دس احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور خاتم النبیین ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اس بات پر ایمان ''عقیدۂ ختمِ نبوت'' کہلاتا ہے۔ ختمِ نبوت اسلام کا متفقہ، اساسی اور اہم ترین بنیادی عقیدہ ہے۔ دین اسلام کی پوری عمارت اس عقیدہ پر کھڑی ہے۔ یہ ایک ایسا حساس عقیدہ ہے کہ اگر اس میں شکوک وشبہات کا ذرا سی بھی رخنہ پیدا ہو جائے تو ایک مسلمان نہ صرف اپنی متاعِ ایمان کھو بیٹھتا ہے بلکہ وہ حضرت محمد ﷺ کی امت سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔ پوری امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ سب سے اوّل نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخری حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

موجودہ دور میں منکرینِ ختم نبوت کا گروہ فتنۂ قادیانیت کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اس فتنہ کا بانی آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی تھا جس نے انگریزوں کے اشارے پر قادیان (گورداسپور، بھارت) میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ پھر سلطنت برطانیہ کی سرپرستی میں اپنی بھونڈی تاویلات اور مضحکہ خیز تحریفات کے ذریعے امت محمدیہ کے مستحکم قلعہ میں شگاف ڈالنے اور ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے کی ناپاک سازشیں کیں۔ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ حضور نبی کریم ﷺ اور شعائر اسلامی کی توہین بھی شروع کر دی۔ اسلام اور اس کی مقدس شخصیات کے خلاف قادیانیوں کی گستاخیوں اور ہرزہ سرائیوں کو اکٹھا کیا جائے تو کئی دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔ قادیانیوں کی طرف سے شان رسالت ﷺ میں کی جانے والی بعض گستاخیاں ایسی ہیں جنھیں پڑھ کر کلیجا منہ کو آتا اور آنکھوں میں خون اتر آتا ہے۔

سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دورحکومت میں 7 ستمبر 1974ء کو پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے دونوں فرقوں (ربوی ولاہوری) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور آئین پاکستان کی شق (3)106 اور (3)260 میں اس کا مستقل اندراج کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود قادیانی مسلسل شعائر اسلامی استعمال کرتے ہیں۔ وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود اپنی عبادت گاہ کو مسجد، مرزا قادیانی کو نبی اور رسول، مرزا قادیانی کی بیوی کو ام المومنین، مرزا قادیانی کے دوستوں کو

صحابہ کرام، قادیان کو مکہ مکرمہ، ربوہ کو مدینہ، مرزا قادیانی کی باتوں کو احادیث مبارکہ، مرزا قادیانی پر اترنے والی نام نہاد وحی کو قرآن مجید اور محمد رسول اللہ سے مراد مرزا قادیانی لیتے ہیں۔ چنانچہ 26 اپریل 1984ء کو حکومت نے امن وامان کی صورتحال کے پیش نظر امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس میں قادیانیوں کو شعائر اسلامی کے استعمال سے قانوناً روکا گیا۔ اس آرڈیننس کے نتیجہ میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298/B اور 298/C کے تحت کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا، اپنے مذہب کو اسلام نہیں کہہ سکتا، اپنے مذہب کی تبلیغ وتشہیر اور شعائر اسلامی وغیرہ استعمال نہیں کر سکتا۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ 3 سال قید اور جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ قادیانیوں نے لندن میں بیٹھے اپنے خلیفہ کے حکم پر اس قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پورے ملک میں شعائر اسلامی کی توہین کی اور اس کے خلاف ایک بھرپور مہم چلائی جس کے نتیجہ میں پاکستان کے اکثر شہروں میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا ہوئی۔ قادیانی قیادت نے اس قانون کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کیا۔ عدالت نے اپنے فیصلہ میں قرار دیا کہ قادیانیوں پر پابندی بالکل درست ہے۔ اس کے بعد قادیانیوں نے چاروں صوبوں کی ہائی کورٹس میں چیلنج کیا، یہاں پر بھی عدالتوں نے دونوں طرف کے دلائل سننے کے بعد قرار دیا کہ قادیانیوں پر پابندی قانون کے عین مطابق ہے۔ قادیانیوں کو آئین میں دی گئی اپنی حیثیت تسلیم کرتے ہوئے شعائر اسلامی استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ آخر میں قادیانیوں نے ان تمام فیصلوں کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ ہمیں آئین کے مطابق آزادی کا حق حاصل ہے، لیکن ہمیں شعائر اسلامی استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا عدالت تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298/B اور 298/C کو کالعدم قرار دے۔ سپریم کورٹ کے فل بنچ نے اس کیس کی مفصل سماعت کی۔ دونوں طرف سے دلائل دیے گئے۔ قادیانیوں کی اصل کتابوں سے متنازعہ ترین حوالہ جات پیش کیے گئے۔ اس کے بعد سپریم کورٹ نے اپنے تاریخی فیصلہ (ظہیر الدین بنام سرکار 1993 SCMR 1718) میں قرار دیا کہ کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا اور نہ ہی اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ سزا اور جرمانے کا مستوجب ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ جج صاحبان کسی دینی مدرسہ یا اسلامی دارالعلوم کے استاد نہیں تھے بلکہ انگریزی قانون پڑھے ہوئے تھے۔ ان کا کام آئین وقانون کے تحت انصاف مہیا کرنا ہوتا ہے۔ فاضل جج صاحبان کا یہ بھی کہنا تھا کہ قادیانی دھوکے باز ہیں۔ وہ اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں جبکہ دھوکا دینا کسی کا بنیادی حق نہیں ہے اور نہ اس سے کسی کے حقوق یا آزادی ہی سلب ہوتی ہے۔

1974ء میں پاکستان کی پارلیمنٹ سے قادیانیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیئے

جانے سے پہلے اس جدوجہد نے جن کٹھن مراحل کو طے کیا، ان میں ایک اہم مرحلہ مقدمہ مرزائیہ بہاولپور بھی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فتنہ قادیانیت کو غیر مسلم قرار دیئے جانے میں اس مقدمہ کو ایک بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس مقدمہ کی مدعیہ دختر اسلام، مجاہدہ ختم نبوت عفت مآب محترمہ غلام عائشہ مرحومہ مغفورہ ہیں جن کا نکاح صغرسنی میں ان کے والد حضرت مولانا الٰہی بخشؒ نے اپنے ایک رشتہ دار عبدالرزاق سے کر دیا تھا مگر رخصتی عمل میں نہ آئی۔ عبدالرزاق خفیہ طور پر قادیانی بن چکا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ میرے کفر وارتداد کا انکشاف ہونے اور قادیانیت قبول کرنے کا پردہ چاک ہونے سے پہلے ہی رخصتی عمل میں آ جائے۔ چنانچہ اس نے رخصتی کا مطالبہ کر دیا۔ اسی دوران اتفاق سے مدعیہ کے والد مولانا الٰہی بخش اور ان کے اہل خانہ کو علم ہو گیا کہ ہمارا ہونے والا داماد قادیانی ہو گیا ہے تو انہوں نے اپنی بیٹی کی رخصتی سے انکار کر دیا کہ شرعی طور پر اس کے ارتداد کی بنا پر نکاح فسخ ہو گیا ہے۔ معاملہ کی قانونی نزاکت کے پیش نظر 24 جولائی 1926ء کو مسماۃ غلام عائشہؒ کی مدعیت میں احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور کی عدالت میں تنسیخ نکاح کا مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ یہ سلسلہ سماعت 1926ء سے لے کر 1935ء تک جاری رہا۔ فریقین کے وکلا اور علما نے اپنے اپنے دلائل پیش کیے۔ بالآخر جناب محمد اکبر خاں ڈسٹرکٹ جج بہاولپور نے مورخہ 7 فروری 1935ء بمطابق 3 ذوالقعدہ 1353ھ کو فیصلہ سنایا: ”قادیانی مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ مرزا قادیانی کاذب مدعی نبوت ہے۔ کسی بھی مسلمان عورت کا نکاح کسی مرزائی سے طے پانے کی کارروائی باطل اور حرام ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد سے مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے۔“

بلاشبہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کی روشنی میں عدالت کا یہ فقید المثال فیصلہ مسلمانوں کی بہت بڑی کامیابی تھی جو بعد ازاں پاکستان میں قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے خشت اوّل ثابت ہوا۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بے حد ضروری ہے کہ اس تاریخی کیس کی پیروی اور کامیابی میں حضرت علامہ غلام محمد محدث گھوٹویؒ، حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کاشمیریؒ، حضرت مولانا ابوالوفا نعمانی شاہ جہانپوریؒ، حضرت مولانا محمد صادق بہاولپوریؒ (ابوالعباس نعمانی)، حضرت مولانا سید محمد مرتضٰی حسن چاند پوریؒ، حضرت مولانا ابوقاسم محمد حسین کولوتارڑوی، حضرت مولانا نجم الدینؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے علاوہ دیگر جید علماء و مشائخ کا کلیدی کردار تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

تحفظ ختم نبوت کتنا اہم ترین مسئلہ ہے، اس کا اندازہ آپ حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ محدث کشمیریؒ کے اس واقعہ سے کر سکتے ہیں۔ آپ بہت بڑے عالم، زاہد و عابد اور سچے عاشقِ

رسول ﷺ تھے۔ مقدمہ بہاولپور میں تمام مشاہیر علما کو شہادت کے لیے عدالت میں بلایا گیا۔ جب یہ مقدمہ آخری مراحل میں پہنچا تو حضرت مولانا غلام محمد گھوٹویؒ (جو اس وقت جامعہ عباسیہ بہاولپور کے شیخ الجامعہ اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے خلیفہ مجاز بھی تھے)، حضرت مفتی محمد صادقؒ اور تمام علما نے استدعا کی کہ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کا ایک علمی بیان عدالت میں ہونا چاہیے۔ شاہ صاحبؒ ان دنوں سخت بیمار تھے۔ ڈاکٹروں حکیموں نے سفر سے بالکل روک دیا تھا۔ اسی سال حج کا بھی ارادہ تھا۔ کمزوری بہت ہو چکی تھی، لیکن جونہی شاہ صاحبؒ کو دعوت پہنچی، آپ سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ حکیموں نے آپ کو بیماری کے پیش نظر سفر کرنے سے منع کیا لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا: ''اگر قیامت کے روز حضور نبی کریم ﷺ نے یہ سوال کر لیا کہ بہاولپور میں میری ختم نبوت کا مقدمہ پیش تھا، تجھے طلب کیا گیا اور تُو نہیں گیا تو میں کیا جواب دوں گا؟ موت تو آنی ہی ہے، اگر اسی راستہ میں آ گئی تو اس سے بہتر اور کیا ہوگا''۔ لہٰذا حکیموں کے روکنے کے باوجود آپ تاریخ مقدمہ سے کئی روز پیشتر بہاولپور تشریف لے آئے، اور تقریباً 25 روز بہاولپور میں قیام فرمایا۔ آپؒ کے تشریف لانے سے پورے ہندوستان کی توجہ اس مقدمہ کی طرف مبذول ہو گئی۔ 26 اگست 1932ء کو یومِ جمعۃ المبارک تھا۔ جامع مسجد الصادق بہاولپور میں آپ نے جمعہ کی نماز ادا کرنا تھی۔ مسجد کے اندر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ قرب و جوار کے گلی کوچے نمازیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ نماز کے بعد آپ نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا۔

''حضرات! میں نے ڈابھیل جانے کے لیے سامان سفر باندھ لیا تھا کہ یکا یک مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ کا ٹیلی گرام موصول ہوا کہ شہادت دینے کے لیے بہاولپور آیئے۔ ایک مسلمان بچی کے تنسیخ نکاح کا مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قادیانیت کے ارتداد و کفر کا مسئلہ ہے اور ختم نبوت کے اعتقاد کا مسئلہ ہے۔ ٹیلی گرام پڑھ کر، میں نے پچھلی زندگی کے اعمال پر سوچا کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھ لے کہ کون سا عمل لائے ہو، پچھلی زندگی میں کوئی عمل رکھتے ہو تو پیش کرو؟ تو سوچنے کے بعد میرے دماغ میں کوئی ایسا عمل تازہ نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر سکوں۔ چنانچہ اس عاجز نے ڈابھیل اور حج کا سفر ملتوی کر دیا اور بہاولپور کا سفر کیا تا کہ قیامت کے دن حضور رحمت عالم ﷺ کے منصب ختم نبوت کے تحفظ کرنے والوں میں شمار کیا جاؤں اور سمجھا جاؤں اور اس عمل کے صدقے میں میری بخشش ہو جائے۔ دل میں یہ خیال بھی آیا کہ جا تو رہا ہوں حج کے لیے اور آگے سفر کروں گا مدینہ منورہ کا تو اللہ تعالیٰ کی رضا بھی چاہیے، حضور ﷺ کی شفاعت بھی چاہیے۔ قیامت کے دن اگر حضور سرور کائنات ﷺ پوچھ لیں کہ ضرورت وہاں تھی، آ یہاں

گیا۔ ضرورت تو تیری بہاول پور میں تھی اور تُو یہاں آ گیا تو میرے پاس اس کا بھی کوئی جواب نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ میں حضور ﷺ کے مقام ختمِ نبوت اور منصب ختمِ نبوت کی حفاظت کے لیے بہاولپور جاؤں گا۔ بہت ضعیف اور علیل ہوں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہمارا نامۂ اعمال تو سیاہ ہے ہی، شاید یہی بات میری نجات کا باعث بن جائے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وکیل بن کر عدالت میں پیش ہوں۔ ممکن ہے یہ نیکی میرے لیے توشۂ آخرت بن جائے''۔

اس پر لوگ دھاڑیں مارتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے...... پھر فرمانے لگے:

''ہم سے تو گلی کا کتا بھی اچھا ہے۔ ہم اس سے بھی گئے گزرے ہیں۔ وہ اپنی گلی و محلے کا حقِ نمک خوب ادا کرتا ہے جبکہ ہم حق غلامی و امتی ادا نہیں کرتے۔ اگر ہم ناموس پیغمبر ﷺ کا تحفظ کریں گے تو قیامت کے دن حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے مستحق ٹھہریں گے۔ تحفظ نہ کیا یا نہ کر سکے تو ہم مجرم ہوں گے اور ایک کتے سے بھی بدتر کہلوائیں گے''۔

جج صاحب جن کا نام محمد اکبر خاں تھا، وہ شاہ صاحب کا بہت احترام کرتا تھا۔ آپ کو عدالت میں کرسی مہیا کی گئی اور حضرت شاہ صاحبؒ کا آخری معرکہ آرا بیان ہوا اور قادیانیوں کی طرف سے ان پر جرح ہوتی رہی اور شاہ صاحبؒ جواب دیتے رہے۔ آپ کے مدمقابل قادیانیوں کی طرف سے مشہور مرزائی مبلغ و مناظر جلال الدین شمس تھا۔ آپ نے اس پر خوب جرح کی مگر وہ کمال ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتا رہا اور ہر بات پر ''میں نہ مانوں'' کی رٹ لگاتا رہا۔ اس پر شاہ صاحب نہایت جلال میں آ گئے اور ان پر ایک عجیب وغریب وجد طاری ہو گیا۔ آپ نے مرزائی مبلغ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''جلال الدین! اگر اب بھی تمھیں آنجہانی مرزا قادیانی کے کفر میں کوئی شک ہے تو آ! میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے۔ میں تمھیں بھری عدالت میں کھڑے کھڑے مرزا قادیانی جہنم میں جلتا ہوا دکھا سکتا ہوں''۔

اس پر جلال الدین شمس پر سکتہ طاری ہو گیا اور وہ کچھ نہ بول سکا۔ بعدازاں عدالت سے فراغت کے بعد ایک مرید نے حضرت شاہ صاحب سے پوچھا: حضرت! آج آپ نے عدالت میں بہت بڑی بات کہہ دی۔ اگر مرزائی مبلغ آپ سے مرزا قادیانی کو جہنم میں جلتا ہوا دکھانے کا کہہ دیتا تو آپ کیا کرتے؟ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا:

''بالکل دکھا دیتا، کیونکہ مجھے ہزار فیصد یقین کامل ہے کہ جو شخص تحفظ ختم نبوت کا کام کرتا ہے، اللہ اسے دوسروں کے سامنے کبھی رسوا نہیں کرتا۔ شرط یہ ہے کہ یہ مقدس کام اخلاص و

محبت سے کیا جائے۔ تب دنیا و جہان کی تمام کامیابیاں اس کے قدم چومیں گی‘‘۔

مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ اس مقدمہ کے فیصلہ کے لیے اتنے بے تاب تھے کہ عدالت میں بیانات کی تکمیل کے بعد جب بہاولپور سے جانے لگے تو مولانا محمد صادقؒ سے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو فیصلہ خود سن لوں گا اور اگر فوت ہو جاؤں تو میری قبر پر آ کر یہ فیصلہ سنا دیا جائے۔ آپ کا بیان 25 اگست 1932ء سے 29 اگست 1932ء تک ہوا۔ آپ نے 29 مئی 1933ء کو وفات پائی جبکہ اس مقدمہ کا فیصلہ 7 فروری 1935ء کو ہوا۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد صادقؒ نے وصیت کے مطابق آپ کی قبر پر جا کر فیصلہ سنایا۔

مقدمہ بہاولپور کے فیصلہ کے کچھ عرصہ بعد جج محمد اکبر خاں صاحب کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد میر عبدالجمیل صاحب سابق سیشن جج جو میر سراج الدین صاحب ریٹائرڈ چیف جسٹس کے صاحبزادے جو بڑے متقی اور پرہیز گار ہیں، آج کل حضور رسالت مآب ﷺ کے قرب میں باب جبریل کے بالمقابل ایک مدرسہ میں خلوت نشین ہیں۔ انہوں نے جج محمد اکبر صاحب مرحوم کو اپنے ایک خواب میں بہشت بریں میں دیکھا۔ پہلے ان کو کئی عالی شان محلات دکھائے گئے۔ اس کے بعد ایک نہایت ہی خوبصورت محل میں ایک تخت پر جج محمد اکبر صاحبؒ بیٹھے دکھائے گئے۔ جب میر عبدالجمیل صاحب نے ان سے سوال کیا کہ یہ بلند درجات آپ کو کیسے نصیب ہوئے تو جج محمد اکبر خاں صاحبؒ نے یہ جواب دیا کہ یہ انعامات مجھے تحفظ ختم نبوت ﷺ کی حفاظت میں اس خدمت کے عوض ملے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فیصلہ بہاولپور کی صورت میں لی اور یہ جتنے محلات آپ دیکھتے آئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر مجھے دیئے ہیں کہ فی الحال یہ لے لو۔ تمہارا مکمل انعام روز قیامت ملے گا۔ یہ بیان فرماتے ہوئے میر صاحب کی ریش مبارک شدت گریہ سے تر ہو چکی تھی۔

حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمدؒ صاحب فرماتے ہیں کہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے ایک دفعہ مجھے بتایا ’’خضر حیات ٹوانہ کے والد نواب سر عمر حیات ٹوانہ مرحوم لندن گئے ہوئے تھے۔ نواب آف بہاولپور مرحوم بھی گرمیاں اکثر لندن گزارا کرتے تھے۔ نواب مرحوم، سر عمر حیات ٹوانہ سے لندن میں ملے اور مشورہ طلب کیا کہ انگریز حکومت کا مجھ پر دباؤ ہے کہ ریاست بہاولپور سے قادیانی مقدمہ کو ختم کرا دیں، تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ سر عمر حیات ٹوانہ نے کہا کہ ہم انگریز کے وفادار ضرور ہیں مگر اپنا دین، ایمان اور عشق رسالت مآب ﷺ کا تو ان سے سودا نہیں کیا۔ آپ ڈٹ جائیں اور ان سے کہیں کہ عدالت جو چاہے فیصلہ کرے، میں حق و انصاف کے سلسلہ میں اس پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔ المختصر نواب آف بہاولپور نے غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے

ہوئے دینی اور عدالتی امور میں مداخلت سے صاف انکار کر دیا۔‘‘ چنانچہ مولانا محمد علی جالندھری نے یہ واقعہ بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ ’’ان دونوں حضرات کی نجات کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے‘‘۔ آج کے روشن خیال اور ترقی پسند حکمران اگر چاہیں تو اس واقعہ کی تقلید کر کے اپنی آخرت بہتر بنا سکتے ہیں بشرطیکہ ان کی نیت ٹھیک ہو۔

جون 1931ء میں چیف کورٹ بہاول پور کی طرف سے اس مقدمہ کی ایک اہم اپیل کو مسترد کیا گیا تو حضرت مولانا غلام محمد محدث گھوٹویؒ بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے اسی وقت ارادہ کیا کہ ریاست کے وزیر اعظم جناب سردار نبی بخش صاحب سے ملاقات کی جائے اور ان سے دربار بہاولپور کا اجلاسِ خاص بطور عدالت معلّٰی طلب کرنے کی استدعا کی جائے۔ اس وقت دوپہر ہو چکی تھی، سخت گرمی کا موسم تھا، گرمی اور تھکن کی وجہ سے کچھ رفقاء چاہتے تھے کہ آج نہیں بلکہ کل صبح ملاقات کی جائے۔ حضرت شیخ الاسلام محدث گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ابھی اور اسی وقت ہی وزیر اعظم سے ملاقات کروں گا اور جب تک انہیں قائل نہ کر لوں، گھر کا رخ نہیں کروں گا۔ المختصر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وزیر اعظم صاحب آرام کر رہے ہیں۔ آپ نے ملاقات پر اصرار فرمایا اور وزیر اعظم صاحب کے پی اے شیخ فاضل محمد مرحوم سے کہا کہ ان تک میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ مولوی غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ العباسیہ آپ کو جنت الفردوس کا سرٹیفکیٹ دینے آئے ہیں۔ بہرحال وزیر اعظم تک یہ پیغام پہنچا دیا گیا کہ مولانا گھوٹویؒ بغیر ملاقات واپس جانے پر آمادہ نہیں ہو رہے بلکہ فرماتے ہیں کہ وہ آپ کو جنت الفردوس کا سرٹیفکیٹ دینے آئے ہیں۔ پیغام سنتے ہی وزیر اعظم صاحب مہمان خانہ میں تشریف لائے اور آتے ہی کہا کہ حضور! کیا آپ نے یوں فرمایا ہے کہ آپ مجھے جنت کا سرٹیفکیٹ دینے کے لیے آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بے شک میں نے یہ کہا ہے کیونکہ اگر آپ ختم نبوت کے سپاہی بن کر ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ بفضل خدا ضرور بہشت کے حقدار ہوں گے۔ ان دنوں نواب آف بہاولپور موسم گرما کی وجہ سے برطانیہ میں مقیم تھے۔ بعد ازاں دربارِ معلّٰی بہاول پور (کورٹ آف منسٹرز) میں منشی محمد اکبر خانؒ کے فیصلے (بابت مقدمہ غلام عائشہ) کے خلاف باقاعدہ اپیل ثانی برائے اجلاس خاص دائر کر دی تاکہ ہائی کورٹس (پٹنہ، لاہور اور مدارس) کے فیصلوں سے استثناء خاص حاصل کیا جا سکے۔

مقدمہ بہاولپور میں فاضل جج محمد اکبر خاں فریقین کے دلائل اور علما کے بیانات سُن کر ایک حتمی نتیجے پر پہنچ گئے تھے اور اس فتنہ سیئہ کی حقیقت ان پر روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی تھی، مگر فیصلے کا اعلان کرنے میں اس خیال سے متردد اور تذبذب کا شکار تھے، مبادا بقول آغا شورش کاشمیری،

انگریز کے ایجنٹ اور خود کاشتہ پودے کو غیر مسلم قرار دینے پر انگریزی حکومت ریاست بہاولپور کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ جب یہ خبر والئ ریاست بہاولپور نواب صادق محمد خاں صاحب تک پہنچی تو انہوں نے جج صاحب سے بغیر کسی خوف وخطر کے ببانگ دہل یہ فرمایا: ''آپ قادیانیوں کو علی الاعلان غیر مسلم قرار دیں، اگر صادق کی ایک کیا، ہزار ریاستیں بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ میں قربان ہو جائیں تو یہ میرے لیے سب سے بڑی سعادت کی بات ہوگی اور مجھے کوئی پروا نہیں''۔ پھر وہ تاریخی فیصلہ سامنے آیا، جس کے نتیجے میں انگریز کے خود کاشتہ پودے، قادیانیت کو پوری دنیا میں خائب وخاسر ہونا پڑا اور 7 ستمبر 1974ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ کے متفقہ اور تاریخ ساز فیصلے کی رو سے قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔

''خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را''

اس مقدمہ کی مدعیہ محترمہ غلام عائشہؒ قابل صد ستائش اور بے پایاں خراج تحسین کی مستحق ہیں کہ انہوں نے بے پناہ مشکلات وحوادث کے تسلسل کے باوجود اپنی قوت ایمانی، غیرت اسلامی اور استقامت دین کا ثبوت دیتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں ناقابل فراموش اور قابل رشک کردار ادا کیا۔ ان کے والد مولانا الٰہی بخش صاحب قوم ملانہ سے تعلق رکھتے تھے جو ایک معروف کاشتکار قوم ہے۔ آپ کے اصل وطن کا نام ''کوٹلہ مغلاں'' ہے۔ یہ ڈیرہ غازی خان کی سابقہ تحصیل جام پور سے تقریباً چھ میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔ مولانا جوانی کی عمر کو پہنچ چکے تھے اور شادی ہو چکی تھی جب تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا۔ اس راہ میں آپ کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اہل خاندان کے لیے حصول معاش اور حصول علم بیک وقت کرنا آسان نہ تھا۔ آپ فصل کی کٹائی کے موقع پر سخت محنت کر کے اہل خاندان کے لیے سال بھر کی ضرورت کی گندم کا انتظام کرتے اور پھر حصول علم میں منہمک ہو جاتے۔ اسی عالم میں آپ کی اہلیہ کا انتقال ہوا۔ اس وقت آپ کی دختر غلام عائشہؒ چھوٹی عمر کی تھیں۔ انہوں نے اس کی پرورش کی ذمہ داریاں بھی پوری کیں اور دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد سابقہ ریاست بہاولپور کے ایک گاؤں مہند تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور کی ایک قدیم اسلامی درسگاہ میں استاذ کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور زندگی کے آخری لمحوں تک تشنگان علوم اسلامیہ کی پیاس بجھاتے رہے۔ اس دوران ایک خلق کثیر نے آپ سے دینی علم حاصل کیا۔ محترمہ غلام عائشہ کے بڑے صاحبزادے جناب پروفیسر محمد یحییٰ جلالپوری ''اپنی والدہ کی کہانی، ان کی اپنی زبانی'' بیان کرتے ہیں:

''وہ مصیبتیں تھیں بھی بہت، ملتان میں جب مقدمے کا یک طرفہ فیصلہ ہمارے خلاف

ہوگیا تو فرنگی سرکاری کارندوں نے بیلف کے ذریعے غلام عائشہ کی برآمدگی کے لیے چھاپے مارے۔ ہم سب لوگ کبھی ایک گھر میں چھپتے تھے، کبھی دوسرے میں۔ پھر بہاول پور میں پہلے دو فیصلے ہمارے خلاف ہو گئے تھے۔ اس دوران میں بھی یہی حال تھا۔ بستی مہمند میں کوئی ایسا گھر نہیں تھا، جس میں مختلف اوقات میں ہم لوگ نہ چھپے ہوں۔ بعض دفعہ گندم کے 'بھڑولوں' میں بھی پناہ لینا پڑی۔ اڈّی (غلام عائشہ) تو خوف سے کانپ رہی ہوتیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔ اس حالت میں اللہ میاں سے دعائیں کرتی جاتیں۔ ہمارے ابا تاریخیں بھگتنے کے لیے دو دن پہلے اکثر پیدل میلوں سفر کرتے، باپ بیٹی کو ہر طرح کا لالچ دیا گیا، لاکھوں روپے انہیں قادیانی جماعت نے پیش کیے، اڈّی کو ڈرانے دھمکانے کی بھی بہت کوشش کی لیکن ان پر کبھی کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا......

اس دور میں زندگی کی لذتوں کے عوض بہت سوں نے اپنے ایمان کا سودا کیا۔ مرزائیوں کے پیسے اور انگریزوں کی مراعات نے بہت سارے لوگوں کو خرید کرلیا، لیکن سخت سے سخت آزمائش کے دوران باپ بیٹی نے ایک لمحہ کے لیے بھی کمزوری نہ دکھائی۔ سالہا سال فقر و تنگدستی میں زندگی گزار لی، لیکن لاکھوں روپے، زیورات اور زمینوں کی پیش کش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ مسلسل خوف و ہراس کے عالم میں ہر طرح کی تکلیف رداشت کر لی لیکن زندگی بھر کلمہ شکایت زبان پر نہ آیا۔ عین اس وقت جب وہ قانون کے بے رحم شکنجے میں کسی ہوئی تھیں اور پے در پے فیصلے ان کے خلاف ہو رہے تھے، باپ بیٹی کو پیش کش کی گئی کہ آپ طلاق لے کر عدالت سے مقدمہ واپس لے لیں تو ہم آپ کو لاکھوں روپیہ اور کئی مربعے اراضی دینے کو تیار ہیں۔ باپ بیٹی نے اس پیشکش کو شیطانی چال قرار دے کر بری طرح مسترد کر دیا۔ بعدازاں جب عبدالرزاق قادیانی (مدعا علیہ) مر گیا تو قادیانیوں نے اس علاقہ کے بڑے بڑے قادیانی زمینداروں کے ذریعے پھر پیشکش کی کہ چونکہ مدعا علیہ مر گیا ہے، چنانچہ آپ مقدمہ کی پیروی سے دستبردار ہو جائیں اور اس کے بدلہ میں آپ جتنی رقم اور زمین وغیرہ لینا چاہیں، ہمیں قبول ہے۔ آفریں ہے باپ بیٹی کی استقامت اور عقیدہ ختم نبوت سے بے پناہ محبت پر کہ انہوں نے ان تمام دلکش پیشکشوں کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھتے ہوئے کہا کہ ہم مفلس و نادار ضرور ہیں لیکن بے غیرت نہیں کہ ان عارضی چیزوں کے بدلے میں اپنے قیمتی ایمان کا سودا کر لیں۔ مزید کہا کہ ایمان کی دولت سے بڑھ کر ہمیں کوئی چیز عزیز نہیں۔ ان پیشکشوں کو ٹھکرانے کے بعد فرنگی سرکار کے کارندے قادیانی لالچ میں کتوں کی طرح غلام عائشہ کی تلاش میں سرگرداں رہے جبکہ وہ پوری ثابت قدمی سے رسول اللہ ﷺ کی محبت کے عظیم سرمایہ کی حفاظت کرتی رہی۔ آزمائش کا یہ عرصہ تھوڑا نہ تھا بلکہ یہ جانگسل اور طویل سفر نو سالوں پر محیط تھا۔ اگر خدانخواستہ باپ بیٹی کے

پائے استقلال میں لغزش آ جاتی یا مال و متاع کی کشش ان کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی تو مرزائی دنیا بھر میں اپنی کامیابی کا ڈنکا بجاتے پھرتے اور امت مسلمہ سرنگوں ہو جاتی۔ یہ انصاف اور قانون کی فیصلہ کن جنگ تھی جو ایک غریب باپ اور ایک صابر و شاکر بیٹی نے پوری قوت ایمانی سے لڑی اور پوری امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ مقدمہ کی کامیابی کے بعد باپ بیٹی دونوں اس شاندار فتح کو امت کے سپرد کر کے خاموشی سے اپنے روزمرہ کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے اور بعد میں زندگی کے آخری لمحے تک اس سلسلے میں ایک حرف افتخار بھی زبان پر نہ لائے۔ نہ کسی ستائش کی تمنا کی نہ ہی کسی سے احسان مندی کا تقاضا کیا''۔

دشمن اگر قوی است، نگہباں قوی تر است

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ باطل کی طاغوتی طاقتوں کے بالمقابل استقامت کا پہاڑ بن جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غیبی امداد کی جاتی ہے۔

اس مقدمہ میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ غلام عائشہ کی تمام اپیلیں مسترد ہو گئیں۔ امیدیں دم توڑنے لگیں اور حوصلے پست ہوتا محسوس ہونے لگے۔ اس گھمبیر صورتحال میں بھی باپ بیٹی نے توکل علی اللہ کی بنیاد پر نہایت ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ ایک دن قدرت نے مولانا الٰہی بخش صاحب کے دل میں ایک بات ڈالی کہ وہ براہ راست جناب نواب صادق محمد خاں سے خود ملاقات کریں اور انہیں ساری صورتحال کی عرضداشت پیش کریں۔ نواب صاحب کی ایک عادت تھی کہ جب وہ ڈیرہ نواب سے نکل کر اپنے محل بہاولپور جاتے تو گاؤں کے راستے میں اگر کوئی سائل درخواست لے کر کھڑا ہوتا تو وہ رک جاتے اور پوری توجہ سے سائل کی بات سنتے اور اس کی دادرسی کرتے۔ چنانچہ مولانا الٰہی بخش صاحب ایک دن عرضداشت لے کر اسی راستے پر کھڑے ہو گئے۔ نواب صاحب نے سائل کو دیکھا تو گاڑی رکوائی۔ انہیں اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے؟ مولانا الٰہی بخش نے روتے ہوئے انہیں سارا ماجرا سنایا اور کہا کہ یہ میرا نہیں، دین اسلام کی عزت و آبرو کا مسئلہ ہے۔ میں غریب، لاچار اور نادار اپنی ہمت اور محدود وسائل کے ساتھ آپ کی ریاست کی عدالتوں میں ممکن حد تک جو کچھ کر سکتا تھا، کیا..... لیکن اب اعلیٰ عدالت میں جانے کی نہ ہمت ہے اور نہ مالی حیثیت۔ پھر کہا کہ نواب صاحب آپ بھی مسلمان ہیں۔ آپ پر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا کوئی حق ہے۔ اب اس حق کو ادا کرنے کی ذمہ داری آپ پر ہے۔ نواب صاحب نے نہایت توجہ سے یہ سب روداد سنی اور جوڈیشل کمیشن کے سربراہ کی حیثیت سے اس درخواست پر جج محمد اکبر خاں کو ہدایت کی کہ اس اپیل کو دوبارہ سنا جائے۔ نواب صاحب نے مولانا الٰہی

بخش صاحب سے کہا کہ یہ درخواست عدالت میں جمع کروا دیں۔ مزید کہا کہ آیندہ بھی اگر ملاقات کرنی ہو تو یہی طریقہ کار ہے۔

یہ مقدمہ اس لیے بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ سلطنت برطانیہ کے جبر و استبداد کے دور میں بہاولپور کی عدالت عالیہ نے ان کے خود کاشتہ پودے کے کفر یا اسلام کا فیصلہ کرنا تھا۔ اس لیے برصغیر کی تمام دینی قیادت، قادیانیت کے کفر کو الم نشرح کرنے کے لیے میدان عمل میں آئی۔ دوسری طرف قادیانی قیادت نے بھی اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لا کر اپنے کفر کو آشکار ہونے سے بچانے کی بھرپور کوشش کی۔ تقریباً 9 سال تک یہ مقدمہ مختلف مراحل طے کرتا ہوا فیصلہ پر پہنچا۔ مشاہیر اسلام نے بہ نفس نفیس عدالت میں پیش ہو کر قرآن پاک، احادیث متواترہ اور اجماع امت کی روشنی میں ناقابل تردید براہین و دلائل سے مرزا قادیانی اور ان کے متبعین کے کفر و ارتداد کو روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا اور ایسی باطل شکن جرح فرمائی جس نے مرزائیت کی بنیادوں کو کھوکھلا اور مرزائی دجل و فریب کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کر کے قادیانیت کا ارتداد پورے عالم میں بے نقاب کر دیا۔ دوسری طرف عبدالرزاق مدعا علیہ کی جانب سے قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا محمود کے حکم پر ان کے صف اوّل کے مبلغین جلال الدین شمس اور غلام احمد نے پیروی مقدمہ کی۔ ایک طرف علماء ربانی نے دلائل و براہین اور علم و عرفان کے دریائے بہا دیئے تو دوسری جانب مرزائی مبلغین نے کذب و کتمان کے انبار لگا دیئے۔ قادیانیوں نے مسلمان علماء کے بیانات کے جواب میں تحریری بیان جمع کروایا جو نہایت بودے دلائل اور خرافات پر مشتمل تھا۔ اس کے جواب میں حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہان پوری نے چشم کشا دلائل پر مبنی نہایت علمی و تحقیقی جواب الجواب عدالت میں پیش کیا جو تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل تھا۔ اس مسکت جواب الجواب نے قادیانی تاویلات کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے۔

مقدمہ زیر بحث کا فیصلہ چونکہ بڑے دوررس نتائج کا حامل تھا، لہٰذا عدالت مجاز نے فریقین کو پوری آزادی کے ساتھ اپنا مؤقف پیش کرنے کا موقع دیا جس کے نتیجہ میں مدعا علیہ کی جانب سے مدعیہ کے ایک ایک گواہ کے بیان اور جرح پر بعض اوقات مسلسل ایک ایک ماہ صرف ہوا اور اس نتیجہ میں فریقین کی جانب سے جو شہادتیں پیش ہوئیں، وہ کئی سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ دسمبر 1934ء میں جب کہ شہادت فریقین ختم ہو کر فیصلہ زیر غور تھا، جلال الدین شمس قادیانی مختار مدعا علیہ کی جانب سے ایک درخواست 4 دسمبر 1934ء کو پیش کی گئی کہ عبدالرزاق مدعا علیہ مؤرخہ 10 نومبر 1934ء کو فوت ہو گیا ہے، لہٰذا مقدمہ زیر بحث میں کسی فیصلہ کی ضرورت نہ ہے۔ مزید براں مسل مقدمہ

داخل دفتر کر دی جائے۔(ایک روایت کے مطابق قادیانی قیادت جب ہر طرف سے مایوس ہوگئی تھی تو اس نے ازخود ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت عبدالرزاق مدعا علیہ کو اس امید موہوم پر مروا دیا کہ اس کی موت کے بعد یہ نو سالہ پرانا قضیہ ختم ہو جائے گا)

ایک طرف قادیانیوں کو اپنے دنیاوی اسباب پر بھروسہ تھا تو دوسری جانب اہل اسلام کو مسبب الاسباب پر کامل یقین تھا اور وہ چاہتے تھے کہ حق و باطل کے اس عظیم مقدمہ پر فیصلہ ہر صورت بحق یا برخلاف مدعا علیہ ضرور صادر ہونا چاہیے۔مختاران مدعیہ نے مستند قانونی حوالہ جات و نظائر پیش کر کے ثابت کیا کہ کسی ایک فریق کی موت واقع ہو جانے کی صورت میں بھی بروئے قانون مروجہ و شریعت اسلامیہ عدالت کے لیے لازم ہے کہ اس مرحلے پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ فاضل جج نے فریقین کے پیش کردہ قانونی حوالہ جات و نظائر کا پوری تحقیق سے جائزہ لینے کے بعد مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ کے مؤقف سے اتفاق فرماتے ہوئے 7 فروری 1935ء کو فیصلہ صادر فرما کر قرار دیا کہ قرآن پاک، احادیث نبوی ﷺ اور قانون حکومت کی روشنی میں آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین اپنے عقائد اور اعمال کی بناء پر مسلمان نہیں بلکہ مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔

قادیانیوں کے مزورانہ بیانات کی تردید میں علماء اسلام کے باطل شکن دلائل نے قادیانیت کے مکروہ چہرے کو عدالت کے روبرو جس انداز سے بے نقاب کیا، وہ قابل صد تحسین ہے۔انہوں نے اسلام اور قادیانیت کے مابین حق و باطل، صدق و کذب اور کھرے و کھوٹے کا فرق و امتیاز لیل و نہار کی طرح عدالت کے سامنے نمایاں کیا۔ علماء کرام کے ترکش استدلال سے نکلنے والے تیروں میں اس قدر قوت و شوکت کا دبدبہ تھا کہ ان کے نوک پیکاں نے قادیانیت کے تحریفاتی اور تاویلاتی قلعہ کو زمین بوس کر دیا۔

جید علماء کرام کا کہنا ہے کہ مقدمہ بہاولپور، فتنہ قادیانیت کی تردید اور سرکوبی میں ایک ایسی تاریخی دستاویز ہے کہ اس کے عمیق مطالعہ کے بعد کسی دوسری تصنیف کی حاجت نہیں رہتی۔ یہ فیصلہ برصغیر کی تاریخ میں نا صرف ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اپنی جامعیت اور قوت استدلال کے لحاظ سے یقیناً بے نظیر ہے۔ بلاشبہ پوری امت مسلمہ جناب محمد اکبر خاں (ڈسٹرکٹ جج بہاولپور) کی شکرگزار ہے کہ انہوں نے کمال عدل و انصاف اور محنت و عرق ریزی سے ایسا یادگار فیصلہ صادر کیا کہ اس کا ایک ایک حرف قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا۔اس فیصلہ کی اہمیت و جامعیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قادیانیوں نے اپنے نام نہاد خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی سربراہی میں سر ظفر اللہ قادیانی سمیت جمع ہو کر کئی دنوں تک اس فیصلے کے خلاف اپیل کرنے کی مشاورت کی لیکن آخر کار اس نتیجہ پر پہنچے کہ فیصلہ قانونی طور پر اتنا مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر

صادر ہوا ہے کہ اپیل بھی ہمارے خلاف جائے گی۔ چنانچہ مزید شکست سے بچنے کے لیے قادیانیوں نے اس تاریخی فیصلہ کے خلاف ملک کی کسی عدالت میں کسی قسم کی کوئی اپیل نہیں کی۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت کا تحفظ اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے۔ اس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں، رزق میں برکت پیدا ہوتی ہے، یہ عظیم الشان کام قبر میں چراغ نجات ہے، اندھیرے میں روشنی ہے، جہنم کی آگ کے لیے آڑ ہے، پل صراط سے جلدی سے گزارنے والا ہے، جنت کی یقینی ضمانت ہے۔ تحفظ ختم نبوت اور جنت الفردوس لازم وملزوم ہیں۔ اس حقیقت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرنے والا ہر شخص جنتی ہے۔ جو شخص تحفظِ ختمِ نبوت کے کام کی حلاوت اور مٹھاس کو ایک دفعہ چکھ لیتا ہے، وہ لازماً جان جاتا ہے کہ یہ کام باقی تمام کاموں سے افضل ترین اور اہم ترین ہے۔ ممکن ہے اس دنیا میں ہمیں تحفظ ختم نبوت کے کام کی اہمیت وفضیلت کا احساس نہ ہو، مگر آخرت میں اس عظیم کام کے بدلہ میں اس قدر انعام واکرام ملیں گے کہ ہمیں اس کا اندازہ ہی نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ تحفظ ختم نبوت کا کام کرتے ہیں، وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے انعامات پر بے حد خوش ہوں گے جبکہ دیگر لوگ اس سے محرومی پر بڑے افسوس کا اظہار کریں گے۔ تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والے ہر خوش نصیب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا معاملہ بھی اللہ رب العزت اور حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہے اور اس کے صلے میں دنیا وآخرت میں وہ اُسے مایوس نہیں کریں گے۔ یہ ایک ایسی آزمودہ چیز ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد پاک کا مفہوم ہے ''اگر کسی نے ہم پر کوئی احسان کیا ہے تو ہم نے اس کا بدلہ دے دیا ہے سوائے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے کہ ان کے احسانات کا بدلہ قیامت کے دن انہیں اللہ تعالیٰ خود دے گا''۔ یہ قاعدہ وقانون اب بھی موجود ہے۔ آج بھی اگر کوئی شخص حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت اور عزت وناموس کے تحفظ کے لیے کام کرتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے اس فعل سے نہ صرف بے حد خوش ہوتے ہیں بلکہ آپ ﷺ، اس شخص کے اس احسان کا بدلہ قیامت کے دن اپنی شفاعت کے ذریعے ادا فرمائیں گے...... ایک گنہگار امتی کو اس سے بڑھ کر اور کیا انعام چاہیے!

یاد رکھیے! یہ مقدمہ دو فریقوں کے مابین کسی ذاتی رنجش کا نتیجہ نہیں بلکہ حق وباطل کا ایک معرکہ تھا۔ اس مقدمہ میں محترمہ غلام عائشہ اور ان کے والد گرامی کا عزیمت واستقامت سے بھرپور کردار قابل صد ستائش ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جید علماء کرام کی شبانہ روز محنت، مخلصانہ فکر اور نتیجہ خیز کاوشیں رنگ لائیں جس پر وہ بھی پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں۔

نواب آف بہاولپور اور محترم جج صاحب کا شاندار کردار بھی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔مقدمہ بہاولپور کی کامیابی میں ان شخصیات کی قسمت پر رشک کرتے ہوئے میں عالم تصور میں کیا دیکھتا ہوں کہ نورانیت سے بھرپور سرسبز وشاداب ایک وسیع وعریض میدان ہے جس کی تاحد نظر روشنی، چاندنی کی ٹھنڈک اور لطافت سے بھرپور ہے۔مسحور کن اور فرحت بخش خوشبوئیں ہر سو پھیلی ہوئی ہیں۔ حضرت امی عائشہ صدیقہؓ اور دیگر مقدس خواتین غلام عائشہ کو پھولوں کے ہار پہنا رہی ہیں۔سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے کمال شفقت سے ان کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں تھاما ہوا ہے۔دوسری جانب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دیگر جید صحابہ کرامؓ اپنی دل آویز مسکراہٹوں کے ساتھ مولانا الٰہی بخشؒ، علامہ غلام محمد محدث گھوٹویؒ، مولانا سیّد محمد انور شاہ کاشمیریؒ، مولانا ابوالوفا نعمانی شاہ جہانپوریؒ، مولانا محمد صادق بہاولپوریؒ، مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، مولانا ابوقاسم محمد حسین کولوتارڑوی، مولانا نجم الدینؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، جناب نواب صادق محمد خاںؒ اور جج محمد اکبر خاںؒ کو گلے لگا کر استقبال کر رہے ہیں۔ مرحبا کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ان حضرات کی پیشانیاں ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ ان کے سروں پر نہایت خوبصورت تاج رکھے جا رہے ہیں جو یاقوت و مرجان ایسے جواہرات سے منقش اور مزین ہیں۔معلوم ہو رہا تھا کہ ان حضرات کو پیارے آقا حضور خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں لے جانے کی تیاری ہو رہی ہے۔ میں حسرت و یاس کی تصویر بنا یہ منظر دیکھ کر خواہش کرتا ہوں کہ کاش میں بھی تحفظ ختم نبوت کے اس مقدمہ میں اپنا حصہ ڈالتا اور آج ان بے عدیل انعام واکرام سے نوازا جاتا۔ دفعتاً اس مبارک منظر کے تصور سے باہر آتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ اپنے نامہ اعمال پر نظر دوڑاتا ہوں تو کوئی بھی ایسی خاص نیکی نہیں ملتی جس پر فخر کر سکوں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے سچا عہد کرتا ہوں کہ جب تک جسم میں جان ہے، تحفظ ختم نبوت کا کام خود بھی کروں گا اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین وترغیب دوں گا۔(ان شاءاللہ)

(نوٹ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے حال ہی میں ''مقدمہ مرزائیہ بہاولپور'' (3 جلدیں) مکمل شائع کیا ہے جو مقدمہ کی مکمل تفصیلات، فریقین کے تمام بیانات، جرح، جواب، جواب الجواب اور تاریخی فیصلہ پر مشتمل ہے۔)

اس کتابچے کی اشاعت کے سلسلہ میں برادر گرامی جناب محمد شاہین پرواز صاحب نے مالی تعاون فرمایا۔اللہ تعالیٰ انہیں دنیا وآخرت میں بے شمار کامیابیاں اور کامرانیاں عطا فرمائے۔(آمین)

تحفظِ ختم نبوت کورس

(خط وکتابت)

حضور اقدس ﷺ کی محبت متاع دنیا وآخرت ہے۔ اُن کی عزت وناموس کا تحفظ ہر مسلمان کا فرض اولیں ہے۔ آپ ﷺ ختم نبوت کی حفاظت ہمیں دنیا کی ہر چیز سے عزیز تر ہونی چاہئے۔ لیکن قادیانیوں نے آپ ﷺ کی ختم نبوت پر یلغار کر رکھی ہے وہ آپ ﷺ کی سچی نبوت کو مٹا کر اپنی جھوٹی نبوت کو دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اپنے اس غلیظ مشن کیلئے اُن کے شیطانی تربیت یافتہ دجالی مبلغ، اُن کے ادارے، اُن کے اخبار ورسائل، اُن کے سکول وکالج، حکومتی اداروں میں کلیدی عہدوں پر بیٹھے اُن کے خطرناک افسران اور بیرونی دنیا میں عالمی کفر (نصاری، یہود، ہنود) اُن کی بھرپور سرپرستی کر رہے ہیں۔ لیکن مسلمانو! امت مسلمہ ناموس رسالت ﷺ اور تحفظِ ختم نبوت کے مسئلہ پر سنگین غفلت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ آقائے دوجہاں ﷺ کی ختم نبوت کا تحفظ کتنی اہمیت کا حامل ہے؟ قادیانیت کس زہر کا نام ہے؟ قادیانیوں کے ارتدادی عقائد کیا ہیں؟ قادیانی چوہے، شجر اسلام کی جڑوں کو کس طرح کاٹ رہے ہیں؟ قادیانی کس طرح پوری دنیا میں توہین رسالت ﷺ کا جال پھیلائے ہوئے ہیں؟ اس خطرناک صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہم نے افراد ملت اسلامیہ کی آگہی اور بیداری شعور کیلئے۔ خط وکتابت **تحفظِ ختم نبوت کورس** کا اہتمام کیا ہے۔

تمام عاشقانِ رسول ﷺ سے اپیل ہے، کہ وہ خود، اپنے اہل وعیال، عزیز واقارب اور دوست احباب کو اس کورس میں داخلہ کی بھرپور کوشش کریں۔ تاکہ ہم بھی سرورِ کائنات خاتم النبیین ﷺ کی ذاتی خدمت کر سکیں اور حشر کے روز اُن کی شفاعت کے مستحق سکیں۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو (آمین)

نوٹ: کورس میں شمولیت کرنے والے تمام افراد کو ایک خوب صورت سند دی جائے گی۔

جو بہن اور بھائی ختم نبوت خط وکتابت کورس کرنا چاہتے ہیں وہ اپنا نام ولدیت اور مکمل پتہ اس نمبر پر بھیج دیں۔ جزاک اللہ

http://www.difaekhatmenabowat.com

دفاعِ ختم نبوت

رابطہ نمبر 0333-4432090

دفاعِ ختم نبوت کے زیرِ اہتمام

ختم نبوت

خط وکتابت

کورس

خوشخبری

سکول وکالج اور مدارس
کے طلباء وطالبات اور
عوام الناس کے لیے

سنہری موقع

داخلہ کے خواہش مند حضرات اپنا نام اور
مکمل پتہ اس نمبر پر بھیج دیں

0333-4432090

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر